

بودلک
احمد فراز



Year of Edition 2005

ISBN-81-87666-17-X

Price. Rs. 80/=

نام کتاب..... بودک

مصنف..... احمد فراز

اشاعت..... 2005

قیمت..... ۸ روپے

..... مطبع

Published by:

Kitabi Duniya

1955, Turkman Gate, Delhi-6 (INDIA)

E-mail kitabiduniya@rediffmail.co

ڈاکٹر رفیق جان
کے نام

وہ کافر جو۔۔۔۔۔

بہت پہلے میں نے ایک افریقی ادیب (اب اس کا نام یاد نہیں) کا ایک کھیل The Oda Oak پڑھا تھا۔ مجھے یہ بہت پسند آیا اور میں نے چاہا کہ اسے اردو نظم میں منتقل کروں۔ تھوڑا بہت آغاز بھی کیا مگر پھر کتاب کہیں ادھر ادھر ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد مجھے ریڈیو پاکستان پشاور کے ڈائریکٹر جناب سجاد حیدر صاحب نے کہا کہ میں چترال جاؤں اور وہاں کافرستان وادی کے لوگوں کی بودوباش کے بارے میں کچھ مواد اکٹھا کروں۔ میری مدد کے لیے انہوں نے ایک انجینیئر سعید اور ایک پروڈیو سراسط سلیم صدیقی جو خود بھی ایک ممتاز ڈرامہ نگار ہیں، ہمراہ کر دیئے۔ میں نے اپنے طور پر اس قافلے میں اپنے دیرینہ دوست ضیا۔ الدین ضیا۔ کو بھی شامل کر لیا اور ہم سرکاری جیب میں چترال کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ یہ سفر کچھ تو ہمراہیوں کی وجہ سے اور کچھ ایک نئی دنیا کی دید کے شوق نے کافی Thrilling بنا دیا، ہم وہاں ہفتہ دس دن تک کافرستان کی مختلف وادیوں کی تلاش، بھسرت وغیرہ میں گھومتے رہے "کافر" لوگوں کے رہن سہن، رسم و رواج، زبان، رقص اور موسیقی کے بارے میں مشاہدات جذب اور مواد جمع کرتے رہے۔ یہ سفر بہت ہی زیادہ دلچسپ، معلوماتی اور کہیں کہیں انتہائی خطرناک بھی تھا۔

ہم وہاں کی کیلاشی زبان اور دوسری مقامی بولیوں کے لوک گیت اور ان کی دھنیں اس طرح خوشی اور تجسس سے جمع کرتے رہے جیسے مغربی مہم جو افریقہ سے سونا اور قیمتی پتھر لایا کرتے تھے۔ بہر طور یہ سفر اپنی جگہ ایک سفر نامہ کا حق رکھتا تھا میرا ارادہ بھی تھا کہ میں کچھ لکھوں لیکن میں نے جو Notes تیار کیے تھے وہ کہیں ادھر ادھر ہو گئے اور آج تک نہیں ملے۔ البتہ ایک شام جس کا پورا تاثر میرے دل و دماغ میں نقش ہو گیا وہ کافر دو شیرازوں کا رقص تھا اور ان کی سرخیل کشان بی بی کا حسن اور دلفریب شخصیت تھی۔۔۔ ہمیں مجھے غالب کا مصرعہ بار بار یاد آیا۔

وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاتے ہنے مجھ سے

چنانچہ پشاور پہنچتے ہی میری پہلی تخلیق کشان بی بی تھی جو میری کتاب نایافت میں شامل ہے۔ دوسری تخلیق بودلک کا منظوم ڈرامہ ہے جو کافرستان کے بعض روایتی کرداروں اور کچھ افریقی مصنف کے اوڈا اوک (Oda Oak) کا ملغوبہ ہے۔ میں اسے نہ تو ترجمہ کہہ سکتا ہوں اور نہ ہی (Adaptation) جب ریڈیو پاکستان پشاور نے جشن تمثیل کے لیے منظوم کھیل کا تقاضا کیا تو میرے ذہن میں کافرستان کے کردار، وہاں کے رسم و رواج اور محبت و رقابت کے جذبات لٹکانے لگے۔ چنانچہ میں نے یہ منظوم کھیل لکھنا شروع کر دیا۔ کھیل کے آخری حصے تو اس طرح لکھے گئے کہ ادھر ریڈیو پاکستان کا نقل نویس کاغذ اور قلم لیے تیار بیٹھا ہوتا اور ادھر میں منظوم سطروں کی پرچیاں لکھ لکھ کر اس کے حوالے کرتا اور مسودے کی کاپیوں کے بنتے ہی ڈرامہ آرٹسٹ اس کی رہنمائی کرنے لگتے۔ اس عجلت اور افراتفری میں اس منظوم کھیل کی تکمیل ہوتی۔

جب یہ نشر ہوا تو خاصی Controversy چلی۔ بعض لوگوں نے اسے فحش اور قابل ملامت گردانا اور بعض سننے والوں نے اسے تازہ ہوا کا جھونکا قرار دیا۔ بہر طور یہ مسودہ پڑا رہا۔ پچھلے دنوں کہیں کباڑ خانے میں کسی اور مسودہ کی تلاش میں

تھا کہ یہ پلندہ مل گیا۔ میں نے ایک نظر دیکھا پھر پڑھا۔ مجھے اچھا لگا اور اپنے پبلشر آصف
 محمود صاحب کے سپرد کر دیا۔ اور ان کا خیال یہ ہے کہ اسے چھاپ کر آپ کے سپرد کر
 دیا جائے۔ میں اس کے بارے میں اور کچھ تو نہیں کہہ سکتا مگر صرف یہ کہ ہے پڑھنے کی
 چیز۔ کہ نہ مجھے اس تحریر پر فخر ہے اور نہ ہی ندامت۔

احمد فراز

کردار

بودلک --	وادی کا مضبوط بیٹا	
قلش --	بودلک کا فلسفی دوست	
ژگولہ --	بودلک کی منتخب دہن	
پیردانا --	وادی کا روحانی بزرگ	
[وادی کے اکابرین	
		پہلا پڑا
		دوسرا پڑا
تیسرا پڑا		

پہلا منظر

قلش میرے ہدم

بودلک --

کہو کوئی اچھی خبر لے کے آتے ہو

میں صبح سے مضطرب تھا

تمہیں کیا خبر

مجھ پہ یہ رات کتنی کڑی تھی

میں اک پل بھی سویا نہیں

اور پھر --- نیند آتی تو کیسے

جب اک خوبصورت دلہن کی

جواں گرم سانسوں سے

میرا بدن

ایک پھٹے کی مانند وحشی بنا تھا

تمہیں میری بے صبر آنکھوں نے نکلن مقدس

کی جانب سے آتے

ہزاروں امیدوں سے دیکھا

یقیناً کوئی مژدہ۔ جانفرا لے کے آتے ہو

کیا تم نے نخل مقدس کے درویش دانا سے

میرے لیے بات کی۔۔۔؟

بودلک پاک معبد کا درویش کب چاہتا ہے

قلش۔۔

کہ وہ تیرے بارے میں باتیں کرے

یا وہ مجھ سے ملے

کیونکہ اس کو یہ شک ہے

کہ میں غیر لوگوں کی مشکوک حکمت کا پرچار کرتا ہوں

تم جانتے ہو

یہاں تیری موجودگی پاک روحوں کی آسودگی میں

خلل ڈالتی ہے

۔۔۔۔۔ تجھے علم ہے بودلک

اجنبی حملہ آور یہاں سے مجھے اور کچھ دوسرے بد نصیبوں کو

پھیلے ہوئے پانیوں کی طرف لے گئے تھے

مگر میری قسمت

کہ میں ان کے چنگل سے خود کو بڑی مشکلوں سے چھڑا کر

یہاں جب سے آیا ہوں
بستی کے پیرانہ دانا کے ادراک میں

نالپسندیدہ ہوں

اور نخل مقدس کا بوڑھا پروہت

مجھے دیکھنا تک نہیں چاہتا

کیونکہ اس کو شبہ ہے

کہ میں غیر لوگوں میں رہ کر نئی طرز سے سوچنے لگ گیا ہوں

تو کیا اس کڑے وقت میں

بودلک --

تم بھی مجھ سے الگ ہو گئے ہو؟

مرے دوست

داناؤں نے سچ کہا ہے

کہ گر تاہوا پیر کلبھاڑیوں ہی کو آواز دیتا ہے

میں بھی اب ایسا ہی اک نخل افتادہ ہوں

اور سبھی ہاتھ میری فنا کو اٹھے ہیں

سبھی دوست میرے عدو ہیں

یہاں تک

کہ اجداد و آبا کی رو میں بھی مجھ سے خفا ہیں

قبیلے کے فرزند اعلیٰ

تخلص --

تری بیقراری کو میں جانتا ہوں
 اگرچہ قبیلے کا تو سب سے مضبوط بیٹا ہے
 مگر بھی ترا قلب راتوں کو روتا ہے
 تیری توانائی محرومیوں کی تیش سے کچھل کر فنا ہو رہی ہے
 مگر بودلک یاد رکھ

تیرے اجدادو آبا کی ناراضگی
 اپنے مردوں کی دنیا کا اک واہمہ ہے
 مگر ایک متروک عورت کی تلخی حقیقت ہے
 اور اس حقیقت سے ڈر

گھر کے دیوار و در کو محبت کی شمعوں سے تابندہ کر
 اے قبیلے کے مضبوط فرزندِ اول
 میری مان اور اپنی پیاسی دلہن کو
 قوی بازوؤں میں جکڑ لے

کہ محروم عورت کی خواہش بھی وحشت میں
 اک گرہ۔ مشتعل کی طرح ہی خطرناک ہوتی ہے

سن-----

ابھی ایک لمحہ ہوا میں نے
 تیری جواں سال بیوی کو دیکھا

جو پانی کی گھاگراٹھائے

چناروں کے چشمہ سے ہو کر عجب دلربا چال سے

جھومتی آرہی تھی

مرے دوست

اس کے جواں جسم کے زیرو بجم کا تو نم

----- کسی پیاسے پھیتے کی مانند تھا

بودلک

اس کا تشنہ بدن ہر جواں کی نظر کے لیے

ایک بھر پور دعوت ہے

جا اور اسے اپنی مضبوط باہوں کے حلقے میں لے لے

ترے گھر کے اندر سکوں ہو

تو شاید

کہ باہر کے طوفان بھی ختم ہو جائیں

شاید

بودلک --

قلش کس بے قدر بے یقینی ہے اس لفظ میں

میں اسی بے یقینی سے

اور اپنی پیاسی دلہن سے بنگلیگر ہونے کی منہ زور خواہش سے

پاگل ہوا جا رہا ہوں

تقلش --

مگر میں یہ پھر بھی کہوں گا

کہ تو اس کے صحرا کی مانند پیاسے بدن کی تمہارا کو بچھانا بودلک

تو نے جو کچھ کہا ہے

بودلک --

وہ اپنے بزرگوں کے راسخ عقائد

نہ دانا پروہت کی حکمت کی رو سے غلط ہے

کہ یہ رسم انساں کی تاریخ سے بھی پرانی ہے

لیکن تقلش

مجھ کو حیرت تو یوں ہے

کہ یہ بات تم کہہ رہے ہو

تقلش تم --- نئی حکمتوں کے ہمسر

اگر تم کو اس ہاتھ غیب کے رو برو

بات کرنے کا یارا نہیں ہے

جو اپنے بزرگوں کی روحوں کی سب خواہشیں جانتا ہے،

تو پھر میں بھی خائف ہوں

مجھ کو یہ شک ہے

کہ تو اپنے تازہ عقائد پہ ثابت قدم ہے

ہمارے بزرگوں کا یہ قول ہے

وہ پرندہ جو حرات کے نغمے سناتا ہے

اس کی نگاہیں شکاری کے نیزے سے ڈرتی نہیں ہیں
 تفلش! تو بھی اک دانش نو کا پرچار کرتا ہے

جا-----

اور نخلِ مقدس کے درویش کا سامنا کر
 تمہی نے ہمیشہ کہا ہے
 کہ برتر صداقت وہی ہے
 جو دکھتے دلوں کو پریشانیوں میں سکوں بخشتی ہے
 تفلش-----جا

کہ میں بھی ترے جرات آموز اقدام سے حوصلہ لوں

مرے جو بھی افکار ہیں جو عقائد بھی ہیں

تفلش--

ان کا اظہار درویشِ دانا کی نظروں میں

ناقابلِ درگزر جرم ہو گا

تو کیا تو یہی چاہتا ہے

کہ باہر کے لوگوں سے خود کو بچا کر اگر میں یہاں آ گیا ہوں

تو اپنے ہی لوگوں کے نیزے مرا خون پی لیں

کہ ان کی نظریں تو میں ایک کوہہ گرفتہ ہوں

مانا

کہ میں اپنے لوگوں سے اب مختلف سوچنے لگ گیا ہوں

مگر مجھ پہ جن حکمتوں کا اثر ہے
میں ان کے لیے اپنی جاں تیل گنوا دوں
نہیں۔۔۔۔۔ یہ نہ ہو گا

قبیلے کے مضبوط فرزند
لیکن تری بات ہی دوسری ہے
کہ تو فخر اور سروری کی علامت ہے
تو جس نئے راستے پر چلے
لوگ ناخوش نہ ہوں گے

تقلش میں بظاہر قبیلے کا سب سے توانا جواں ہوں

بودلک۔۔

مگر سب سے مجبور۔۔۔۔۔ سب سے فروتر

بزرگوں کی رو میں فقط جانتی ہیں

کہ میں

کیسے کمزور دل عورتوں کی طرح کرب سے چھٹتا ہوں

میں سب سے توانا سی

اور یہ سب جانتے ہیں

کہ میں کیسے اپنے شکاری جوانوار کو لے کر

گھنے جنگلوں کے اندھیروں میں

خونخوار وحشی درندوں سے بے خوف لڑتا رہا ہوں

مگر میرے اسلاف کے کان
میرے دکھی دل کی چیخوں کو سننے سے عاری رہے ہیں

سنو بودلک

تقلش --

اپنے جداد کی پاک رو میں تو ہم سے
فقط قوتیں اور قربانیاں چاہتی ہیں
یہ سچ ہے کہ میں

اپنے لوگوں میں سب سے زیادہ قوی ہوں
مرے سامنے سچے ہیں

یہ خطرناک دریا

یہ تاریک جنگل یہ مرگ آفریں دشت

وحشت فزاوادیاں

بدنما کوہسار

اور ان سے ادھر

دشمنوں کے پرے

پھر بھی میں کتنا بے بس ہوں لاچار ہوں

اے تقلش --- ان عظیم آسمانوں کی وحشت بھری

گھن گرج سے

مرادل لرزتا نہیں

نہ اس چپاتے ہوئے ناگ کی آگ سے
 جس کی پھنکار سے کوہساروں کے دل نیم پتوں کی طرح کانپتے ہیں
 قتلش تم کو معلوم ہے

میں قبیلے کے اکثر جوانوں کو وحشی درندوں سے
 لڑنا سکھاتا رہا ہوں

مجھے اپنی قوت پہ جتنا گھمنڈ اور تکبر ہو کم ہے
 مگر اب میں اپنی دلہن کے بھڑکتے ہوئے جسم کو
 اپنی باہوں میں لینے سے ڈرتا ہوں

کیونکہ مرے سامنے اس کا انجام ہے
 وہ معصوم بچہ قبیلے کے مضبوط بیٹے کا فرزند اول
 ہمیشہ کی مانند

روحوں کی آسودگی کے لیے لائق قتل ہو گا
 یہی رسم صدیوں سے جاری ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔
 نہیں اے نئی حکمتوں کے پسمبر قتلش

یہ نہ ہو گا
 قتلش جب تلک پاک رو صیں مرے زخم سے بے خبر ہیں
 میں اپنی دلہن کو کبھی بازوؤں میں نہ لوں گا

چڑا حادا۔۔۔

قتلش۔۔۔

بزرگوں کے مردوں کی آسودگی بس یہی چاہتی ہے

کہ یہ رسم

انساں کی یادداشت سے بھی پرانی ہے

روزِ ازل سے چلی آرہی ہے

بہادر بن اے بودلک

اور اپنی دلہن کی بھڑکتی ہوئی خواہشوں کو بجھا

ورنہ اس کا جوان اور نشیلا بدن دوسروں کے لیے

ایک بے باک ترغیب بن جائے گا

جاسے آپنی بازوؤں میں جکڑ لے جو ہوتا ہے ہونے دے

کل کے دکھوں کا مداوا بھی کل ہے

نہیں یہ نہ ہو گا تلاش

بودلک --

میں اگر جھگ گیا اب

تو نوچاند، نوماہ بھی دور اتنے نہیں ہیں

کوئی برق پاساعتوں کو نہیں روک سکتا

تو پھریوں سی

میری سرتاب خواہش میرے تلخ پتے میں ڈوبی رہے

اور ڈگولہ کا یہ روگ

کھن کی طرح

اس کی الٹی جوانی کو کھاتا رہے
 اور مغرور روحوں کا عالم تکبر
 یونہی بغض سے چھینتا ہی رہے
 اے قفلش خواہ کچھ ہو میں سرگزا سے میں بازوؤں میں نہ لوں گا
 اگرچہ میں جی سے یہی چاہتا ہوں
 مرے دوست، نو ماہ کا فاصلہ کچھ نہیں
 اور پھر؟

تفلش --

آنے والے زمانوں کا غم بزدلی ہے
 نویلی دلہن کو نہ چھوٹا تو ایسا ہے
 جیسے کسی قبر پر کوئی غنچہ کھلے
 راہگیر اس کو اپنی ہوسناک نظروں سے دیکھیں
 مگر اس کی رعنائیاں نارسا ہوں
 نہیں یہ قبیلہ کے فرزند اعلیٰ کو زیبا نہیں

کیا کروں میں تو خود خواہشوں کے جہنم کا ایندھن بنا

بودلک --

پھنک رہا ہوں

مگر میں نہیں چاہتا

ایک معصوم جاں جس کا پتھر

مرے اور رگولہ کے خون سے عبارت ہو

وہ صرف مردوں کی کاذب مسرت کی خاطر فنا ہو
میری خواہشوں کی ترپ مجھ کو اپنی دلہن کے لیے کھینچتی ہے
مگر آنے والے زمانوں کا دکھ جو میری روح کا خوف ہے
جو عذاب نفس ہے

مجھے روکتا ہے

ہمارے لیے وصل کی لذتیں

گرم راتوں کی تو صیل

طاعون کی اس بلا کو جگانا ہے جو

میری عورت کی ترسی ہوئی کوکھ میں جا بے گی

تفلش اس سے بڑھ کر کوئی ظلم ہو گا

کہ میں اور میری دلہن ساتھ رہ کر بھی

اک دوسرے کے لیے اجنبی ہوں

یہی سپرد رویش بھی چاہتا ہے

کہ میں اپنی خواہش کی دلدل میں دہستا چلا جاؤں

اے دوست

بستی کے بوڑھے بڑوں کی شقاوت کا اندازہ کر

جن کے مُردہ ضمیر اور پتھر کے چہرے

مرے کرب سے لا تعلق ہیں
 افسوس میری سبھی کاوشیں بے ثمر ہیں
 کیکھو

میری بد مقدر دلہن
 سر پہ گاگرد مرے
 اور سینے میں وحشی لہو کا سمندر لیے
 اس طرف آرہی ہے
 قلش میں چلا
 اس سے آنکھیں ملانا مرے واسطے اک جہنم ہے
 ہر چند یوں اپنے خوابوں کے گلزار
 فصل بہاراں میں ویران و بے رنگ و بو
 دیکھنے سے تو بہتر یہی ہے
 کہ میں اپنی ضد چھوڑ دوں
 پر یہ مشکل ہے
 میں جانتا ہوں
 کہ اس کن کن کے دورا ہے پہ
 میں لڑکھڑایا
 تو نوچاند میرا تعاقب کریں گے

قلش میں چلا

(بودلک جاتا ہے اور ژگولہ قلش کے قریب آتی ہے)

قلش ٹونے دیکھا

ژگولہ --

مرے سورا کو

جودن کے اجالوں میں آنکھیں چراتا ہے مجھ سے

تو شب کے اندھیروں میں مرے بھرکتے تنفس سے ڈرتا ہے

اس کے تصور میں نوچاند زہرہلاہل کے نوجام ہیں

اس کی سوچوں سے اس کا بدن سخی زدہ ہو گیا ہے

مگر میں جوانی کی تنہائیوں کے نتائج سے خائف ہوں

تم ہی کہو -- اے نئی سوچ کے مدعی؟

کیا تمہارا تدبیر ہماری مدد کر سکے گا

کہ اس پیردانا کا دل سنگِ خارا ہے

جو رحم و بخشش کے جذبات سے بے خبر ہے

ژگولہ -- مرے دوست کی منتخب ہمنفس

قلش --

مجھ میں حرات نہیں ہے کہ میں

پیردانا سے اس سلسلے میں طوں

مجھے اس کا پہلے ہی اندیشہ تھا

ژگولہ --

یہ تمہارے لیے سخت دشوار ہے

اور میرے لیے بھی کٹھن ہے
 کہ میں اس سن و سال میں اتنی تنہا ہوں
 پھر جہاں تک مری عمر کا ہے تقاضا
 میں فطری ضرورت سے مجبور
 نو ماہ کی مختصر عمر کو
 خضر کی زندگی پر بھی ترجیح دوں گی
 بہاروں کے نو پھول اچھے ہوتے ان گنت موسموں سے کہیں
 قیمتی ہیں

تمہارا بہادر

قلش--

پڑا ہی حسیلا ہے

ورنہ محبت کا جادو تو پتھر کو بھی موم کر دے

بہاں تک کہ جنگل پہاڑ اور بیاباں بھی

دام تمنا کے صید زبوں ہیں

مگر بودلک----- سنگدل

میری باتیں بھی سنا نہیں

اے رفیق خردمند

رگولہ--

ٹو جانتا ہے کہ وادی کی سب عورتیں

اپنی سرگوشیوں میں

مجھے طنز اور طعن سے بانجھ کہتی ہیں
ان کو مری بھوک اور میری وحشی طلب کی خبر ہی نہیں
کون ان کو بتائے کہ میرا بدن لمس کی لذتوں کو ترستا ہے
میرا البتا ہوا اور مرے جسم کی لب کشادہ صدف
ایر نیساں کی بوندوں کی رہ دیکھتی ہے
عروسی کے لمحہ سے اب تک
قسم ہے جو میں ایک شب ایک دن بھی ہنسی ہوں
مجھے تم بھی شاید قلش
ایک بیکار عورت سمجھتے ہو
ہرگز نہیں

قلش --

اے قبیلے کے فرزند مجبور کی خوبصورت دلہن
کیونکہ میں درد تنہائی سے آشنا ہوں
مجھے اس کا احساس ہے
کیسے بادل کا سایہ برہنہ سلگتی ہوئی کھیتوں سے لپٹتا ہے

میں جانتا ہوں

کہ کیسے گھنی جھاڑیوں میں ہنفتہ کلی
گنگناتے ہوتے مست بھنورے کی رہ دیکھتی ہے
مجھے علم ہے

شام ہوتے ہی کیوں
 واپسی کے مسافر کی نظروں کی مانند
 سورج شعاعوں سے زوئے افق چومتا ہے
 میں تنہائی کے کرب سے آشنا ہوں رگولہ
 مگر مجھ کو یہ بھی خبر ہے

کہ تیرا جواں

احتمانہ اصولوں کے بندھن میں جکڑا ہوا ہے
 یہی تو غضب ہے

رگولہ۔۔

کشاکش کے آرے سے دونوں کے پھکر دو نیم اور بسمل
 ہمارے بدن بزدلوں کی طرح آپ اپنے گناہوں سے خائف
 جو ہر سانس روز مکانات کے خوف سے کانپتے ہوں
 ہم اک دوسرے سے سرک کر
 اندھیروں کے ٹھنڈے ٹھٹھرتے کنوؤں میں
 پینے ڈھونڈتے ہیں

تقلش اس سے بڑھکر کوئی ظلم ہو گا

کہ بے خواب راتوں میں

کوئی جواں بازوؤں کی تمنائیں ترہے

جو موجود ہوتے ہوتے بھی نہ ہوں

اس سے بڑھ کر کوئی ظلم ہو گا

مجھے اس کا احساس ہے

فلش --

اے دل افروز عورت

جوانی کے ایام محرومیوں کی فصیلیں بنے ہوں

تو دل --- ایک سوزندہ صحرا کی صورت بھڑکتا ہے

جذبات کی آگ جب راہ پاتی نہیں ہے

تو اندر ہی اندر بدن کو مجلس ڈالتی ہے

تو پھر

رکولہ --

کیا ہمارے بزرگوں کی رو میں یہی چاہتی ہیں

کہ میری جوانی کا یہ ہلہاتا شجر

تاابد عشرتِ خوشہ چینی سے نا آشنا ہی رہے

اور بالآخر

سمِ صرصرِ نامرادی سے ہی سوکھ جاتے

تو کیا اپنے آبا کے مردے یہی چاہتے ہیں

کہ میرا یہ ازگار سا جسم

شبنم کی بوندوں کو تا مرگ تر سے

نہیں اے فلش یوں نہ ہو گا

کوئی چشم پر شوق

جو مجھ کو احساسِ ہستی دلاتے

کوئی صاحبِ دل

جو مجھ کو محبت کی میزاں میں تولے

کہ میں ایک محروم عورت ہوں

محروم عورت

ژگولہ یہ آساں نہیں ہے

تعلش--

کہ کوئی اکیلے مسافر کے غمگین رستوں کے صدمے

بیاں کر سکے

پر میں یہ جانتا ہوں

کہ تنہائی کا کرب کیا ہے

کہ جیسے کوئی رس بھرا پھل جو شاخوں سے گرنے کو ہو

اور کسی بھی پرندے کو اپنی طرف متفت کر نہ پائے

---- کہ جیسے کوئی گرم اندام آستر

جو اپنے سلگتے ہونے کمال کو خشک پیروں سے رگڑے

کہ جیسے کوئی چاند لاکھوں ستاروں کے جلتے ہوتے بن میں

تنہا کھڑا ہو

مرے واسطے سب خلا ہے

ژگولہ--

سداؤں سے معمور دن ہوں

کہ کالی بلاؤں سے بھر پور راتیں

یہ سب بے حقیقت ہیں

ہاں صرف جذبات کے سند شعلوں کی سرگوشیاں ہی

صداقت ہیں

لیکن کوئی سننے والا تو ہو

اف یہ جانکاہ محرومیاں مجھ کو پاگل نہ کر دیں

خلا۔۔۔ چار جانب۔۔۔ خلا

بس اے دختِ حوا

قلش۔۔

کہ تیرا تکلم مرے ذہن میں ززلے لارہا ہے

یہ پانی کی گھاگراٹھا اور۔۔۔۔۔ چلی جا

یہ شمشیر سا جسم، شمشاد ساقہ

یہ ترغیب انگیز فتنے مری آنکھ سے دور لے جا

چلی جا۔۔۔ یہ شفاف چشموں سی آنکھیں میرے سامنے سے

ہٹا لے

کہ میرے قدم ڈر سے ہیں

چلی جا رگولہ تجھے اپنی ارواح کا واسطہ تو چلی جا

تو کیا میرے محروم دل کی صداؤں کو تم بھی

رگولہ۔۔

سماعت کا رتبہ نہ دو گے

قلش --

نہیں تو نہیں جانتی اے کم اندیش عورت

وہ آواز بھی غور سے سن

کہ جو

اپنے آبا کی روحوں کے غمیں و غضب اور سیہ آسمانوں

کی لکار کی تر جہاں ہے

تف اے نام مردانگی

ژگولہ --

ایک کو آنے والے زمانوں کا غم

دو سرا پیر دانا کے چہرے سے خائف

کوئی بھی نہیں جو مری خواہشوں کے تقاضوں کو پورا کرے

اور تم تو قلش ----

میری موجودگی سے بھی لرزہ بر اندام ہو

اے قیامت کے فتنے ---- نہیں یہ

قلش --

کہ میں تیری موجودگی سے ہوں خائف

مری استقامت میں اس وقت بھی کوئی لغزش نہ آتی

جب افلاک سے پانیوں کے سمندر

ہمارے سبک جھونپروں پر دنوں تک برستے رہے تھے

نہ اس وقت خائف ہوا

جب جنوبی ہوائیں ہماری طرف برچھیوں کی طرح

بڑھ رہی تھیں

کہ جب موجزن پانیوں پر ہمارے مکان پتیوں کی طرح

ناچتے تھے

اور اب میں ترے دام سے بھی ہراساں نہیں ہوں

تو کیا تم میں اتنی سکت ہے کہ مردوں کی ناراضگی

ڑگولہ --

اور بستی کے بوڑھے بزرگوں کی رنجش کے پاوصف

مجھ کو چرالو

تقلش کیا یہ تم کر سکو گے؟

اگرچہ یہ سب سے بڑا پاپ ہو گا

تقلش --

مکراے قیامت کی جویا

میں ایسا کروں گا

(دوسرا منظر)

نویں چاند کا آغاز ہے۔ تلش، حاملہ رگولہ کو سہارا دیتے ہوئے
 نخل مقدس کے قریب کھڑا ہے تاکہ بوڑھے پروہت کے
 سامنے اپنے پاپ کا اقرار کر کے روحوں کی بخشش کا سزا دار ہو

اٹھ اے کوتہ اندیش عورت

تلش--

سنبھل اور بارِ شکم کی اذیت سے ڈہری نہ ہو

دیکھ پوپھٹ چکی ہے

مگر اب تلک روشنی

تہ بہ تہ بادلوں کے تلے دفن ہے

یہ نحوست کی فال اور غضب کی علامت ہے

(کراہتے ہوئے) بوڑھے پروہت کو آواز دو

رگولہ--

جو ہواؤں کی مخفی زباں جانتا ہے

پکارو اسی مرد دانا کو

جو ترہماں ان سیہ آسمانوں کی چھیت کا ہے
جن کے آغوش میں اپنے آبا کی سفاک ارواح خوابیدہ ہیں
اس کی آواز دو

شدت کرب سے میں مری جا رہی ہوں
مرے خشک حلقوم میں برچھٹیوں کی طرح
میری سانسیں اڑی ہیں

----- تمہیں علم ہے

یہ نویں چاند کی آخری ساعتیں ہیں
قلش میرے اندر کی پروردہ ہستی مری کوکھ کو
چھیر کر باہر آنے کو بے تاب ہے
مرد دانا کو آواز دو

قلش --- حوصلہ اے زیاں کار خوا کی بیٹی

کہ میں خوف و چھیت سے لرزہ بر اندام ہوں
اس مقدس شجر کا تننا

بجلیوں نے جسے پھاڑ کر

غار کی شکل دی ہے

مجھے علم ہے

اس اندھیری گچھا

اس دریدہ شکم کرم خوردہ شجر سے ابھی

کون نکلے گا

میں اس لیے کانپتا ہوں

کہ جذباتیت کے اندھیروں میں

جس پاپ کے مرتکب ہم ہوتے ہیں

وہ اپنے بزرگوں کو برہم کرے گا

ہم ان کے لیے باعثِ تنگ ہیں

لا تَقِ سَنگ ہیں

----- اے گنہگار عورت

تری کوکھ

جس گوشت کے لو تھوڑے کی امیں ہے

اسے بودلک کی بجائے مرے خون نے زندگی دی ہے

ذرا سوچ

اپنے بزرگوں کے مسلک کی رو سے

یہ کتنا بڑا سانحہ ہے

میں اس کی عقوبت سے لرزہ اندام ہوں

کیونکہ ہم اب یہ آسمانوں کے

قہر و غضب کا نشانہ بنیں گے

نہیں اے فلس

رگولہ --

اس سے جب مرے جسم میں زچگی کی اذیت سے

بھونچال آیا ہوا ہے

عذابوں کی باتیں نہ کر

خاص کر اس مقدس شجر کے تلے

جو اماں مانگنے کی جگہ ہے

رسوم کہن کے مطابق تو یوں ہے

کہ تو اس بڑے پیر کے زرد پتوں کو

جو آسمانی صحیفوں کے سچے ورق ہیں

زمین سے اٹھا کر

نہایت عقیدت سے دھلیزِ معبود پہ رکھے

تری بے ادب گفتگو کی تلافی یہی ہے

فلس تو مجھے اس لیے

اس جگہ لے کے آیا تھا

تاکہ دلی عجز اور روح کی انکساری سے

تو پیر دانا سے

اپنے کیے کے لیے سائلِ عفو ہو

اے نئی فکر کے مدعی

اب عقیدت سے جھک جا
وہ درویش جو ہاتھ غیب ہے
خود بخود جلوہ افروز ہو گا

وہ درویش

قلش --

جس کی نظر صرف بدیوں کو پہچانتی ہے
کہاں کی بدی؟

ژگولہ --

ہاں مگر ہم نے اتنا کیا ہے
کہ اک دوسرے کے سلگتے ہوتے جسم و جاں کی
حرارت کو آپس میں بانٹا
یہ تم مرد بھی کیسی مخلوق ہو
جو خم زندگی سے شرابِ مسرت کے خواہاں تو ہوتے ہیں پر اس
کی قیمت ادا کرنے سے جی چراتیں
اور آخر

بہسی بے مدد گار مائیں

یہ قرصہ چکاتی ہیں

پہلے تو اس شرمساری کے انداز میں

جیسے اس وقت میں

اور پھر بعد میں

آنے والوں زمانوں کی اس بے یقینی کی صورت میں

جس کا دوا اہل بھی نہیں ہے

تقلش کیا حقیقتی خوشی وہ نہیں

جس کے پانے میں ہم

کچھ گنوانے کو بھی دل سے تیار ہوں

اے فسوں کار

تقلش --

اپنی مسرت تو

مردوم اجداد کے زندہ سایوں کی برکت سے محروم تھی

پھر بھی سچی مسرت تو تھی

ژگولہ --

توبہ توبہ گہنگار عورت

تقلش --

تری خود سری آسمانوں کے غصے کو بھڑکار رہی ہے

وہ بے رہروی جس کی ترغیب تو نے مجھے دی

اسے اب حقیقتی خوشی کہہ رہی ہے

تری مثل تو اس گس کی ہے

جو شاہ کل کو پہلے محبت کا نغمہ بنا کر

اسے مست کر دے اسے دعوت وصل دے

اور پھر سارا الزام اس پر دھرے

----- خیر مردوں کی پرچھائیوں سے کوئی بھید مخفی نہیں ہے

یہاں تک کہ تیری وہ ترغیب بھی جس نے میری فراست کو

دھندلا دیا تھا

تری بے ادب گفتگو سے تو یہ لگ رہا ہے

کہ جیسے ترے جسم میں کوئی بدروح در آتی ہے

کوئی آسیب تیری تباہی کے درپے ہو

ورنہ یہ دیدہ دلیری کی باتیں

یہاں معید پاک کے سامنے

ہاں۔۔۔۔ اگر تیرے دل میں بغاوت کی چنگاریاں جل اٹھی ہیں

تو چل

اس طرف بھاگ نکلیں

جہاں آسماں اس قدر زشت صورت نہیں ہیں

تری ہمتوں نے مری قوتیں چھین لی ہیں

اور اب مجھ میں اتنی سکت بھی نہیں ہے

کہ میں سپردانا سے آنکھیں ملاؤں

خروش اسے تنک طرف بزدل

شکولہ۔۔۔

مجھے کیا خبر تھی

کہ وہ اجنبی حملہ آور

نتی حکمتوں کے عوض

تیری مردانگی لے گئے ہیں

بنا کیا تری دانش نو تری آگہی

اس قدر نیچ ہے۔۔۔ اور ترا ذہن

اگر تیری دانست میں آسمانوں کا ڈر

تفلس۔۔

بزدلی ہے تو پھر واقعی میرا مسلک برا ہے

مجھے حکمتِ نونے خود اپنی نظروں سے گرنا سکھایا

مجھے آگہی دی

کہ میں کس طرح نفرتوں کے جہاں میں

دلیر اور وحشی بنوں

اے بد اندیش عورت مری مان تو اور یہاں سے نکل چل

حیا کر

رنگولہ۔۔

منافق!

تیری زرد آنکھوں میں میں کاسنی مکر کی جھلکیاں دیکھتی ہوں

تجھے کیا خبر

ایک تنہا حزیر فاختہ

جو کھلے دن میں شہباز کی تمکنت سے

اگر کانپتی ہے

تو شب کی سیاہی میں

منخوس انوکے بے رحم پنچوں سے ہر دم پنہ مانگتی ہے
 ستم ہے سراسر ستم اے قلش ---

(کراہتی ہے) اف --- ذرا صبر اے میرے اندر کی مخلوق

میں ریزہ ریزہ ہوتی جا رہی ہوں

زمانے کی نظروں میں۔ میں فاشہ ہی سہی

پر بزرگوں کی رو صیں تو عادل ہیں

اور میری مجبوریاں جانتی ہیں

میں محرم نہیں ہوں

اگر تو بھی محرم نہیں ہے

قلش ---

تو پھر کیوں سیہ بادلوں کے خطرناک چنگل

مقدس شجر کی طرف بڑھ رہے ہیں

کہ جیسے وہ تیرا گلہ گھونٹنا چاہتے ہیں

ہوس کار عورت

تجھے اپنی بد کاریوں کی سزا بھی بھگتنا پڑے گی

خطا کار وہ ہے جو ترغیب دیتا ہے

اور جو ہدی کو حقیقی خوشی کہہ رہا ہے

تو پھر

اے بزرگوں کی حکمت کے وارث

مقدس شجر کے تنے سے نکل

جو ترا پاک مسکن ہے

اور اپنے مجرم کو پہچان

اے سپردانا

کہ تیری نظر صدق و باطل کی میزان ہے

جاگ

اے اپنے مُردوں کے موجود سائے

کہ تو سرد پر چھاتیوں کی زباں جانتا ہے

کہ تو ہم سے اندھوں کے مخفی گناہوں کو پہچانتا ہے

صداقت کے پیغام پر

جاگ۔۔۔ اور عدل کر

امن۔۔۔ اے میرے نخلِ بدن کے ہفتہ ٹمر

ژگولہ۔۔۔

امن

اے آفتِ جسم و جاں

تیری پاکیوں سے مری کوکھ چھلنی ہوتی جا رہی ہے

تو پھر جاگ

تقلش۔۔۔

اے سپردانا

اور اپنے ہوسکار مجرم کو پہچان

(غار کے اندر سے بوڑھے کی آواز آتی ہے)

پیردانا۔ کون؟

اس سے کون آیا ہے

کس نے مقدس شجر کے احاطے میں

بیدار روحوں کے خفتہ پروں کو ہلایا

(بوڑھا باہر آتا ہے)

سحر ہو چکی ہے

مگر روشنی کیوں نہیں

چار سواک پر اسرار سی چپ

پرندے بھی شاید کسی خوف سے

آشیانوں میں ہسے ہوتے ہیں

یہ کیسی خموشی ہے

سورج کی رنگت بھی مردہ ہے

جیسے کوئی ابتدائے سفر میں ہی

صعب مسافت سے بیزار ہو

کیا ہوا ہے

کہ سورج بڑی سرد مہری سے پیش آ رہا ہے

(وقفہ)

عزیزو!

ذرا میرے نزدیک آؤ

مجھے اس سے کے سماں نے

بہت مضطرب کر دیا ہے

کہ جیسے سیاہ بادلوں کے لبادے میں لپٹی ہوئی صبح سے

ظاہران سحر خوش نہیں

ہاں۔۔ یہی بات ہے

اس طرف کالے بادل کے اطراف سے جھانکتی روشنی

طنز سے دانت دکھلا رہی ہے

شاعروں کی بے مہر دھندلی چمک

جس طرح چرخ کی نیم مردہ و بیمار آنکھوں سے

بکھتی ہوئی قرمزی روشنی پھوٹتی ہے

تمش سے تھی۔ زندگی کی حرارت سے خالی

(پہیٹ کو سہلاتے ہوئے ٹھہر

ڑکولہ۔۔

اے مرے خواب شیریں کی زہریلی تعبیر

مجھ کو پریشاں نہ کر

اے عظیم آسمانوں کی ارواح

پیردانا۔۔

تم کو ہماروں کے سنگس دلوں کو دھڑکتے ہوئے دیکھتی ہو

اور تم پہ باطن کے وہ چور گوشے بھی ظاہر ہیں جن میں
 بدی اور نیکی کے سنگم ہیں
 اپنے تنفس کی تلخی فضا میں ہوا کی طرح گھول دو
 اور اونچے پہاڑوں کی ان چوٹیوں سے جہاں تم سدا سے
 فروکش ہو۔۔۔۔ اپنے ارادوں کا اظہار میری زباں سے کرو
 تاکہ بستی کے لوگوں پہ کذب اور صداقت عیاں ہو
 بزرگوں کی رو ہو

ہواؤں کے لہجے میں بولو
 تو کیا اپنے مردوں کی پرچھائیاں
 صرف غیض و غضب جانتی ہیں؟
 فقط قہر ہی ان کی برحق عدالت کا دستور ہے
 صرف ادبار کی بجلیاں جن کے نیزے سیہ آسمانوں کو بھی چیر دیں
 ان کا سارا اثاثہ ہیں؟
 وہ اپنی درگاہ کے ساتلوں میں
 ہمیشہ عذابوں کی خیرات ہی بانٹتے ہیں
 ستم ہے
 گنہگار لوگوں کے رہبر
 ستم ہے

سکوں رگولہ --

اے مری کوکھ کی آفت بے محابا

کہو --- اے مری عفو کے ساتلو پیردانا --

قلش پیردانا --

تو پھر تم یہاں کس لیے آتے ہو

کیوں تمہارے بدن خوف سے کانپتے ہیں

ہواؤں کی دہشت سے لگتا ہے

جیسے بزرگوں کے مردے غضبناک ہیں

اور بستی پہ بے نور کہرا

کسی آنے والی مصیبت کا غماز ہے

----- ہمیشہ بروں کی بد اعمالیاں

بے گناہوں کو بھی

ہواؤں کی وحشت بڑھے جا رہی ہے

یہاں تک کہ نخلِ مقدس بھی جڑ سے اکھڑنے لگا ہے

مگر ہاں

تمہی تو کہیں اس کا باعث نہیں ہو

تجھے غیب کا علم ہے قلش --

اے مقدس پر وہبت

میں ترغیب کے دام میں آ گیا تھا
تحمیل!

شکوہ۔۔۔

کہ میں دردِ زہ کی اذیت میں ہوں
اور وہ معصوم جاں

جو مری کوکھ سے باہر آنے کو بیٹکل ہے
اندر سے مجھ کو کترنے لگی ہے

۔۔۔۔۔ میں عاصی ہوں۔۔۔۔۔ اے مردِ درویش

لیکن۔۔۔۔۔ یہ لغزش تو اس وقت مجھ سے ہوتی

جب مرے آدمی نے مرے جسم کی شعلگی پر توجہ نہ دی

ہاں جوانی کے تپتے ہوئے موسموں کے شب و روز میں

زندہ رہنے کی خاطر

مجھے دوسرے شخص کو خوشہ چین نہال تمنا بنانا پڑا

جو مری ہی طرح۔۔۔۔۔ اپنے پتھر کے زنداں میں محبوس تھا

ہوں۔۔۔۔۔ تو پھر اے قلش

پیردانا۔۔۔

تو نے اپنی نئی حکمتوں کے سبب

اپنے پاکیزہ مسلک کو رسوا کیا

اور ہم سب پہ افتاد لانے کا موجب بنا

کیوں؟

قلش --

نہیں یوں نہیں

اے بزرگ زمانہ

میں کمزور ہوں

اور ترغیب کے دام میں آ گیا تھا

قلش

پیردانا --

جب تجھے اجنبی لوگ اوروں کے ہمراہ

قیدی بنا کر جزیرہ ناکشتیوں میں

کھلے پانیوں کے ادھر

ان سنی بستیوں کی طرف لے گئے تھے

تو تم پر کسی سامری نے اثر کر دیا تھا

وہ آسب جوان کی دانست میں

حرف اذل ہے

میں ---- میں تو

قلش --

لیکن جب اپنے بزرگوں کی اروحوں نے

پیردانا --

خوابیدہ لہروں میں طوفان اٹھایا

تو پانی پہاڑوں کی مانند اونچا ہوا

اس سے

اجنبی کشتیوں کے نگہبان ملاح نے

حرف اول پڑھا

جس کے جادو سے تو بد عقیدہ ہوا

ہاں مرے ہاتھ غیب

قلش --

میں ہو گیا تھا

کہ جب پانیوں کے پہاڑ آج کے بد نما آسمانوں

کی صورت ہمارے سروں پر کھڑے تھے

تو میں بے مدد گارو بے بس مکینوں کے ہمراہ تھا

اور اپنے مکاں ڈوبتے جا رہے تھے

ہزاروں مکاں

ان گنت لوگ اسے پیردانا

جو تعداد میں اس مقدس شجر کے خارنگ پتوں سے بھی

تھے زیادہ

یہاں تک کہ

اس تند طوفاں کے آگے

ہمارے بزرگوں کی روئیں بھی لاچار تھیں

اور مدد کونہ آتیں

چنانچہ

ہزاروں کی تعداد میں ڈوبتوں کی صدا تیں

پر آشوب موجیں بہا لے گئیں
 اور ہزاروں کی آہ دہکا تہہ نشیں ہو گئی
 اور پھر اجنبی کشتیوں کا زبردست ملاح بھی جس کے
 وردِ زباں حرفِ اول رہا تھا

اچانک ہی چپ ہو گیا
 لیکن اب تک مرے کان میں وہ صدا گونجتی ہے
 قلش۔۔۔ تم جے حرفِ اول سمجھتے رہے ہو

پیردانا۔۔

کسی اجنبی روح کا نام ہو گا

مقدس شجر کے مکس!

قلش۔۔

حرفِ اول کی تفسیر اس کے عقیدے کی رو سے انوکھی تھی

یعنی؟

پیردانا۔۔

وہ کہتا تھا

قلش۔۔

اس بزمِ ہستی کے نقشِ کہن سے بھی پہلے

فقط ایک ہی لفظ موجود تھا

اس کی برکت سے انسان پیدا ہوا

پھر اسی لفظ سے رفتہ رفتہ ہزاروں کی تعداد میں

آدمی بن گئے

پھر یہ تعداد بڑھتی گئی

اور یہاں تک

کہ ہم بھی اسی لفظ ہی سے بنے ہیں

بزرگ اور دانا۔۔۔ کسین اور اعلیٰ

سبھی

اور یہ لہروں پہ بہتے ہوتے جھونپروں کے مکس بھی

جنہیں ہم۔۔۔۔۔ رسن در گلو کر کے قیدی بنا کے لیے جا رہے ہیں

تو گویا

پیر دانا۔۔

وہی حرف اول ترے ذہن و دل پر ابھی نقش ہے

ہاں

نقش۔۔

مقدس شجر کے نگہیاں

معافی۔۔۔ بزرگوں کی روح معافی

ذرا سوچ اوپر عقیدہ

پیر دانا۔۔

کہ جب تجھ کو لہریں بہاتے لیے جا رہی تھیں

تو اس وقت اپنے ہی مردوں کی روحوں نے

سرگوشیوں میں تری رہبری کی

تجھے یہ نبھایا

کہ بہتے ہوتے جھونپروں کے کسی تختہ۔ چوب پر لیٹ جا

اور یوں ڈوبنے کی بجائے

تجھے اپنی بستی کا ساحل ملا

اے بزرگوں کے پد خواہ!

تیری مثال اس غلاہت کے کیرے کی ہے

جو زمیں کے پسینے سے پیدا ہوا

اور اسی کی گل و خاک پر گندگی تھوکتا ہے

تقلش تو نے اپنے بزرگوں کی توہین کی

تو نے اپنی سمجھ بوجھ کو اس اندھیری گچھا کے حوالے کیا

جس میں غیروں کی پرچھائیاں رینگتی ہیں

یہی کچھ نہیں

بلکہ تو نے

قبیلے کے فرزند اعلیٰ کی بے عیب دہن کی دو شیرگی بھی چرائی

کم اوقات بزدل

ستم ہے

کہ وہ کوکھ جس میں قبیلے کے فرزند اعلیٰ کی اولاد پلٹی وہاں

ایک بد نسل کی

پرورش ہو رہی ہے

تری بد شعاری نے مردوں کی ارواح کو مشتعل کر دیا ہے

ہوسناک!

تیرے گناہوں نے

بستی کو بے آہرہ کر دیا ہے

(کراہتے ہوئے، تحمل

ڈگولہ۔۔۔

مری کوکھ کے بے پروہال طاہر

تو اپنے نشیمن سے کیوں تنگ دل ہے

صد افسوس

پیردانا۔۔۔

اے نامبارک خیالوں کے پیرو۔۔۔ قلش

تیرے بارے میں ہی مجھ سے اپنے بزرگوں کی ارواح

یہ کہہ رہی ہیں

کہ ٹو مر گیا تو

تری روح

ابد تک اکیلی بھٹکتی رہے گی

اگر ٹو سلامت رہا تو

دم مرگ تک

تیری بستی کی سب بدزباں عورتوں کی زبانیں

تجھے کوستی ہی رہیں گے

قلش

اور ہوائیں

جو مردوں کی سانس ہیں

یہ کہہ رہی ہیں

کہ بستی کے لڑکے تری موت تک

تجھ کو نفرت سے دیکھیں گے

وادی کے بوڑھے بڑے تجھ سے بچ کر چلیں گے

ہوائیں

جو مردوں کی سانس ہیں

یہ کہہ رہی ہیں

کہ مر کر تری روح

تیرے اجاڑ اور ویراں گھروندے پہ

آوارہ بے چین منڈلاتے گی

اور ترے ڈھور ڈنگر بلاؤں کی دہشت سے ڈکرائیں گے

اور تری روح

کالے عذابوں میں مہر دم رہے گی

ہوائیں جو لاریب سچ بولتی ہیں سدا

اور تو اے رگولہ۔۔۔ قبیلے کی بے مثل دختر

(کراپتے ہوئے) ٹھہر

رگولہ۔۔

بزم ہستی کے ناخواندہ ہماں
 مری التجاسن۔۔۔ ذرا صبر کر
 اور اے ہر کسی کے پسینے کی آسودگی
 پیر دانا۔۔
 ٹو بھی سن

تیرے اندر کی جاں کلبلائی رہے گی
 مگر عمر بھر اس حصارِ شکم سے نہ آزاد ہوگی
 کبھی بھی نہیں

اور ہوائیں

جو مردوں کی آواز ہیں

اس طرح نوحہ گر ہیں

کہ اے بے وفائے گنہگار عورت

تری کوکھ کے لو تھڑے کے مقدر میں سورج نہیں ہے

کہ یہ پاک روجوں کی نظروں میں ناپاک ہے۔۔۔ ناپسندیدہ ہے

اور مبارک چٹھاوے کے قابل نہیں

ہاں غصیلی ہوائیں

یسی کہہ رہی ہیں

تیسرا منظر

پیرانا۔۔

دو پہر ہو چکی

لیکن اب تک کہیں روشنی کی کرن تک نہیں

(دور سے قدموں کی چاپ آتی ہے)

یہ آواز کیسی ہے

شاید کہ بستی کے پیران دانا کے ہمراہ

۔۔۔۔۔ غارک کی بیٹی

ترا آدمی بودلک آ رہا ہے

۔۔۔۔۔ یقیناً وہی ہے

(بودلک تین بزرگوں کے ہمراہ ظاہر ہوتا ہے)

بودلک اور بستی کے بوڑھے بڑو

تم کو زندہ سلامت یہاں دیکھ کر

میں بہت خوش ہوا ہوں

اور اس کے لیے

آدھ پوری عقیدت سے ہم نیک روحوں کے مومن ہوں

جن کے سایوں نے ہم کو

کڑے موسموں کے دنوں اور راتوں میں محفوظ رکھا

--- کہو اے خردمند لوگو

تمہیں کونسا سانچہ

اس مقدس شجر کی پنہ گاہ میں

لے کے آیا؟

ہواؤں کی باتوں کے عالم

پہلا پڑا۔۔

مقدس پروخت

ہم آتے ہیں۔ تاکہ مقدس شجر کے وسیلے سے

مردوں کی روحوں سے بخشش کے طالب ہوں

تیری وساطت سے

سورج کو اذن مسافت ملے۔۔۔ اور۔۔۔

ہم آتے ہیں تاکہ

دوسرا پڑا۔۔

تری مہربانی سے

روشن شعاعوں کے سینوں سے

منحوس اور بد نما بادلوں کی چٹانیں ہٹیں

اور بستی کی مخلوق پر امن برے

ٹھہراے مرے کیسے۔ بطن کی کم عیار اشرفی

رگولہ۔۔

اور تو۔۔۔۔ بودلک

پیردانا۔۔

تیری آمد کا باعث؟

مقدس پر وہت

بودلک۔۔

ہمارے مویشی متی فصل میں روشنی کی تمازت سے محروم ہیں

اور ہمارے خشک جسم بچوں نے سورج کو دیکھا نہیں

اور ہماری سیہ بخت آنکھیں اجالے کی جو ستیدہ ہیں

اور ہماری زمین اپنی چھاتی کے کشلول میں بیج

ڈالے ہوئے گرم کرنوں کی دریوزہ گر ہے

مگراے مرے سورا

رگولہ۔۔

ٹوہکہ سورج کی حدت کا دریوزہ گر ہے

بتا

ٹوہکہ جسم کی آنچ سے کیوں رمیدہ رہا

تو نے مجھ سے کہ تیری زن متخب تھی ہمیشہ کنارہ کیا

(دکراہتی ہے) مجھ سے۔۔۔ اے میری ناموس و جاں کے امین

جس نے اپنی جوانی کی بھرپور مستی تجھے پیش کی

اپنی محصومیت کی بہار

اپنی دو شیریں کی کاغذ
 اے قبیلے کے بلوان
 تو نے مگر اس کو بھی تجھ دیا
 جو بزرگوں کی ہرکت سے تجھ کو ملا بودلک
 بودلک --
 بزرگوں کی رو میں تو ہاتھ ہیں
 اے میری بے اعتنائی کی شاکی دہن
 صرف اس سوچ سے
 میرے جذبات کی آگ
 میری جوانی کے ستاروں میں جل بجھی تھی
 کہ جسموں کی قرابت کا مفہوم
 اک پتھر نو کی صورت نگری ہے
 اور انجام ---؟
 مردوں کی آسودگی کے لیے
 ایک معصوم کا قتل
 ہوں۔ تو اسی واسطے بودلک
 پیردانا --
 تو زن منتخب سے گریزاں رہا
 تاکہ تیرے بزرگوں کا فرمان پورا نہ ہو
 تو مردوں کی ناراضگی کا سبب
 پہلا پڑا --

بودلک ہے؟

تو گویا اسی کی بغاوت سے

دوسرا پڑا۔۔۔

آہاکی پر چھائیاں اس قدر مشتعل ہیں

سیہ بادلوں کی گرج ان کے غصے کی غماز ہے

پر یہ کیوں لازمی ہے

بودلک۔۔۔

قبیلے کے دانابزرگو

کہ مردوں کی ارواح

اس جان محصوم کو

اپنا لقمہ بنائیں

جو میرے توانا بدن کا عرق ہو

ہمارے عقائد کی رو سے

دوسرا پڑا۔۔۔

(جو انساں کی تاریخ سے بھی پرانے ہیں)

مردوں کی روحوں کا حق ہے

کہ وہ صرف خواہش کریں

اور زندوں کا فرض

ان کی تعمیل ہے

جب تلک

موت کا مہرہاں ہاتھ اک دوسرے کو

سفید آسمانوں پہ یکجانہ کر دے

یہی جبر اور صبر کا دائرہ ہے

سنا۔۔ رہبر مہرباں؟

تیسرا پڑا۔۔

کس کو حرات کہ روحوں کے انصاف پر شک کرے

ہاں مگر جس پہ آسیب سایہ کناں ہوں

کے حوصلہ ہے کہ مردوں کے قانون سے منحرف ہو

سواتے تنک طرف، کج فہم کوہہ گرفتہ دلوں کے

تو اے بودلک

پہلا پڑا۔۔

پھر تماشہ کر آباؤ اجداد کی برہمی کا

ذرا اپنی وادی کی ویرانیوں پر نظر کر

ذرا دیکھ

کیسے زمستان کی ان زمہری ہواؤں سے

مہر شاخ، مہر نخل بے برگ ہے بے ثمر ہے

ذرا سوچ پالے کے چنگل نے کیوں

مہر چراگاہ کے سبز ملبوس کو نوج پھینکا

تماشہ کر اپنے بزرگوں کی برکشتی کا

ڑگولہ۔۔

کہ میرے بدن کے قفس میں کوئی مضطرب جاں مقید ہے

اور خواہ کچھ بھی ہو

وہ اس گپھا سے نہ آزاد ہوگی
یہاں تک کہ وہ خول کو توڑ کر بھی
ہواؤں کے اتقاس سورج کے نغمے
ابد تک نہیں سن سکے گی

ستم ہے

دوسرا پڑا۔۔

وہ کر نہیں جو غریباں نخلِ مقدس سے پتھن پتھن کے
ہم تک پہنچتی ہیں
ان کو بھی تاریک سائے نکلنے چلے جا رہے ہیں
غضب سے غضب

جاگ

بودلک۔۔

اے میری ظلم جوانی کے بے آرزو دل
کہ جس کی امیدیں
گئے موسموں کی حزیں اور شک دھند میں سوچکیں
اے بری ساعتو
میری دیوان آنکھیں جوانی میں ہی
میرے چہرے کی دیوار میں دھنس گئی ہیں
مرے گرم جذبات اوہام کی برف میں دب گئے ہیں
اگر میں خوش اندام دہن کو وار شکی میں

گلے سے لگاتا

تو اے میرے اجداد کے جانشینو

وہ پتھر جو میری محبت سے بنا

یہاں کے عقائد کی رُو سے

سزاوارِ تیغِ اجل تھا

کہ میری مرادوں کی پہلی کلی پر

حقِ دامنِ رفتگان ہے

بزرگو!

کبھی تم نے سوچا

کہ اس طفل کی موت

میری صلابت کی غارتگری تھی

اگر میرا جوہر فنا کر دیا جائے۔۔۔ اے برگزیدہ بزرگو

تو پھر میں۔۔۔ کہ وادی کا مضبوط بیٹا ہوں

یوں سخت جاں رہ سکوں گا؟

کسی دل دریدہ کو پامرد کہنا کہاں کی صداقت ہے

اے ہوشمند

جوانی کی شیریں مسرت سے بڑھ کر

وہ منکوم انسانیت ہے

جواب تک مرے خون میں موجزن ہے
 اگرچہ قدامت پرستی کے زنگار سے گل رہی ہے
 گراے قبیلے کے اعلیٰ پھر

قلش--

تو نے جو کچھ کیا
 میں اے بھر رہا ہوں
 جو بویا تھا تو نے
 مجھے کاٹنا پڑ رہا ہے
 مجھے دیکھ میں کس بلا میں گرفتار ہوں
 میرا ناخواستہ طفل --- اے بودلک
 جو ابھی بطنِ مادر میں ہے

اس قدر باعثِ تنگ سمجھا گیا ہے
 کہ مردوں کی آسودگی کے لیے بھی
 سزاوارِ صدقہ نہیں
 میں وہ محتوب ہوں
 جس کو بن باس اس کے لیے مل رہا ہے
 کہ جس کا خطا کار تو ہے
 یہ عورت؟

جے تو نے تشنہ و محروم رکھا تھا

میری تباہی کا باعث بنی

اب بتا بودلک

کون شاکی ہو؟

کس کو شکایت کا حق ہے؟

اسے جس نے بویا

کہ اس کو

جسے کا منا پڑ رہا ہے؟

بتا کون مجرم ہے؟

اور کون مردوں کے انصاف کا مستحق ہے

۔۔۔۔ سزا تو مجھے دی گئی

پر وہ تو تُو ہے

کہ جو اپنے آبا کے مسلک سے باغی ہوا

ظلم ہے ظلم

دو سرا بزرگ۔۔

وادی کے ہر کھیت پر با بھ پن کی نحوست ہے

اور مردوزن ڈھور ڈنگر سبھی بھوک سے ادھ موتے ہو رہے ہیں

چراگاہ پالے کی شدت سے سوکھی پڑی ہے

اندھیرے گھنے جنگلوں کے درندوں کی غونخوار آنکھیں

ہمیں حرص سے دیکھنے لگ گئی ہیں

تکس --

سنا بود لک؟

اور ابھی یہ تو کچھ بھی نہیں ہے

پیر دانا --

ڈروان بلاؤں سے جو

وقت کے گنبد ہر نما سے اترنے کو ہیں

حیف !!

اف یہ بد انصافیاں

بود لک --

جن کا کوئی جواز اور چارہ نہیں

اے بزرگوں کی بے مہر پر چھاتیو

مجھ سے کیا چاہتی ہو

تمہیں اپنے اس بطل اعلیٰ سے کیا چاہیے

جن کا نخلِ جوانی کشاکش کے آرے سے کٹا رہا

جن کا دل مرچکا ---

حیف اے میری پیاری دلہن

جن کے تنور سے گرم انہام کو

میں نے چھونے کی ہمت نہ کی

اور جن کے شکم میں وہ بچہ ہے

جو میرا ہوتا ---

پر افسوس میرا نہیں

حیف اے میرے آبا کی ذیشاں وادی
 کہ میں جس کا بطل جری قابلِ فخر فرزند ہوں
 آج معبد میں

مردوں کی ارواح کے رو برو
 محرموں کی طرح ایستادہ ہوں

اے داعیان مکافات

تم مجھ سے کیا چاہتے ہو

مجھے کس سزا کا سزاوار گردانتے ہو

مقدس پروہت!

تجھے اہل بستی کے مضبوط پیٹوں سے کیا چاہیے

استقامت --- دلیری --- شجاعت

تو پھر سن

کہ وہ

جس کا دل ریزہ ریزہ ہو

اور رخسِ چوہنی کار اکب ہو

اس سورما سے صلابت کی امید --- بے سود ہے

بس یہی حال میرا ہے

اب جو بھی چاہو سزا دو مجھے

اے فقیران فرتوت

بن باس

پہلا پڑا۔۔

کراہتے ہوتے ذرا دم تولے اے میرے غول کی

زرگولہ۔۔

نارساتی کے ارمان دم لے

نہیں صرف بن باس کچھ بھی نہیں

دوسرا پڑا۔۔

میں یہ کہتا ہوں

جس نے بزرگوں کی توہین کی

اس کی پاواش بس موت ہے

تاکہ مردوں کی تسکین ہو

اے بزرگوں کے اذہان کے ترجمان

پہلا پڑا۔۔

بودلک کے لیے جو سہوا

تیری حکمت کی رو سے مناسب ہے

تو اس کا اعلان کر

ہاں۔۔۔۔ تو

پیرا دانا۔۔

بن باس یا موت

اے اہل بستی کے پیران دانا

سنو؟

پاک مسجد کی نظروں میں

دونوں گنہگار ہیں

ایک باغی ہے اور دوسرا سازشی

اور بزرگو

ہو اتیں یہ کہتی ہیں

اک تو گنہگار کفرانِ نعمت ہوا

جو قبیلے کا فرزندِ اعلیٰ تھا

اور دوسرا ڈزد

جس نے پرائی دہن کی محبت چرائی

یہ دونوں گنہگار

پہلے تو

اک دوسرے سے نبردِ آزما ہوں

یہاں تک کہ ان میں سے اک

موت کا جامِ پنی لے

جو زندہ بچے

اس کو عمارک کی بیٹی۔۔۔۔۔ ڈگولہ

کہ اب زچگی کی اذیت میں ہے

تازیانے لگاتی ہوتی

اُن گھنے جنگلوں کی طرف لے چلے

جن میں وحشی درندوں کے مسکن ہیں
یہ فیصلہ پاک روحوں کا ہے
جن کا میں ترہماں ہوں

گلش -- تو یونہی سی

بودلک! سامنے آ

کہ تقدیر کا فیصلہ جو بھی ہے
وہ اٹل ہے

مرے دوست نیزہ اٹھا

میں تری آبرو تیری ناموس تیری حمیت کو لٹکارتا ہوں

میں تیار ہوں اور ----

بودلک -- مگر میں نہیں خواہ کچھ بھی ہو

گلش -- کیوں؟

ڈگولہ -- (دکراہتے ہوئے) مجھے مت کہو،

اے مری کوکھ کے جانور صبر کر

بودلک -- تو میرا دوست ہے

اور میں بھائیوں سے بڑھ کر تجھے پہانتا ہوں

گلش تم نے وہ اجنبی علم مجھ کو سکھایا

مجھے وہ سکوں بخش حکمت سکھاتی

مجھے تو نے وہ حرفِ اول بتایا

کہ جو عشق ہی عشق ہے پیار ہی پیار

غاموش

قلش--

میں نے کب ایسی کوئی بات تجھ سے کہی

ہوں--- سنا پیردانا

تیسرا بڑا--

یہ کتنی خطرناک سازش تھی

اب جس کا اظہار یہ کر رہے ہیں

نہیں بودلک جھوٹ کہتا ہے

سب افترا ہے

تو گویا قلش تو اسی علم سے

جس کا داعی تھا تو

دستبردار ہوتا ہے

یہ تیرے آدرش کا ضعف ہے

یا تری بزدلی ہے

میں بزدل نہیں بودلک

پر وہ حکمت جو غیروں کی بخش تھی

بے روح تھی

قلش--

یہ جداہات ہے اب تلک میرے کانوں میں

اس حروفِ اول کو جھنکاری گوئجتی ہے

عجب لفظ تھا وہ

سزاروں معانی کا حامل

عجب خواب تھا وہ

کہ جیسی بھی تعبیر چاہو نکالو

مگر جیسے۔۔۔ وہ لفظ

ان کی زبانوں پہ تھا

لوحِ دل پہ متفش نہیں تھا

تفش تیری سب خوبیاں

بودلک۔۔

تیری نفرت کے کہرنے سے دھندلا گئی ہیں

اور اب تجھ کو وہ علم بھی کھوکھلا لگ رہا ہے

جسے تو نے درسِ مقدس کہا تھا

یقیناً

تفش۔۔

کہ وہ اجنبی، حرفِ اول کی تقدیس کو

اس علاقے کی خوشِ گلِ حسیناؤں

اور خوشِ ناپتھروں کے حوضِ چھتے تھے

مگر اس کے باوصف

وہ اپنی دانش کے معیار سے
مجھ کو اور میری بستی کے لوگوں کو
تیرہ داغ اور صغیف اعقاد بگھتے تھے
اے بودلک

میرا ایمان اس لفظ سے اٹھ گیا ہے
جو ان کے وطیرے میں

جنس تجارت سے بڑھ کر نہیں تھا

بدی سے جواز بدی زشت تر ہے

پہلا بڑا۔۔

دغا باز تو نے قبیلے کی ناموس بیچی

دوسرا بڑا۔۔

تو اب اس کی قیمت خود اپنے لہو سے ادا کر

بڑھ اور بودلک سے نبرد آزما

یہاں تک کہ دست اجل

تیرے کوہرہ گرفتہ بدن کو سلا دے

میرے بے وفاد دوست

بودلک۔۔

میں تجھ سے کیسے لڑوں

کس طرح میرا نیزہ

ترے جسم کو اپنے واروں سے غریب کر دے

مگر میں تو حیار ہوں

قلش۔۔

بلکہ تیار سے بھی زیادہ

سکوں میرے پلک کی دھوکن سکوں

ڈگولہ --

لو تفلش بھیرے کی طرح حملہ آور ہوا

پہلا پڑا --

(بودلک تفلش کا وار روکتا ہے)

تفلش میں اگر تجھ سے لڑنا نہ چاہوں --- تو مہر بھی ---

میں تجھ سے لڑوں گا

تفلش --

دگر نہ مجھے اپنی بستی کی سب عورتیں

طنز کے ڈنک سے مار دیں گی

میری روح تنہائیوں کے خرابوں میں

بد حال تنہا بھٹکتی پھرے گی

لڑو ہزدلو

تیسرا پڑا --

تاکہ دونوں کا ناپاک خون

اس وبا کا دوا اپنے

اس گنہگار وادی کے داغوں کو دھو دے

جس نے وادی کو گھیرا ہوا ہے

تو پھر اے مرے دوست --- ہتھیار!

بودلک --

میں وار کرنے لگا ہوں

مر جا بودلک

پہلا پڑا --

- دوسرا بڑا۔۔۔ جیسے پھیٹا ہرن پر لپکتا ہے
- تیسرا بڑا۔۔۔ دونوں ہی کڑیل جواں ہیں
- پہلا بڑا۔۔۔ قلش وار کو روکنے میں ہے ماہر
- دوسرا بڑا۔۔۔ مگر بودلک اپنی طاقت میں برتر ہے
- پہلا بڑا۔۔۔ اب دیکھنا دونوں وحشی درندوں کے انداز میں گتھ گتے
- ژگولہ۔۔۔ اے مرے روح کے ہم سفر! صبر کر!
- پہلا بڑا۔۔۔ ان کی جاں دادگی سے قبیلے کو طاقت ملے گی
- دوسرا بڑا۔۔۔ بجا۔ اور وادی میں امن و سکون کی بہاریں پلٹ آئیں گی
- تیسرا بڑا۔۔۔ دیکھنا بودلک وار کرنے لگا ہے
- پہلا بڑا۔۔۔ قلش گر رہا ہے۔۔۔ قلش گر پڑا
- دوسرا بڑا۔۔۔ ضرب کاری تھی وہ مر رہا ہے
- (قلش کراہتا ہے)
- ژگولہ۔۔۔ سکوں اے میرے جسم کے زلزلے
- میری ہستی کی دیوار گرنے کو ہے
- قلش (نزع میں) بودلک۔ تو مراد دوست تھا
- ہم لڑے تاکہ روحوں کی منشا کو پورا کریں
- اور اب جبکہ میں مر رہا ہوں
- میری آخری التجا ہے

کہ تو۔۔۔۔۔ میرا مردہ بدن دوش پر ڈال کر

ان سیہ جنگلوں کی طرف لے نہ جانا

جہاں بد نما چھوٹیاں

میری بے آسرا لاش کی منتظر ہیں

کہ میں ان سے خائف ہوں

اور ہاں۔۔۔۔۔ قبیلے کے فرزند تو

اس طرف بھی نہ جانا

جہاں اجنبی لوگ رہتے ہیں

اے بودلک۔۔۔۔۔ (دم توڑ دیتا ہے)

قلش مرگیا

پہلا پڑا۔۔۔

ڈگولہ (کراہتے ہوئے) اف مری جان کتنی اذیت میں ہے

اب ہزرگوں روحوں کی آسودگی

دوسرا پڑا۔۔۔

پھر سے لوٹ آتے گی

جاؤ۔۔۔۔۔ اے ساری وادی کے دانا پڑو!

سیر دانا۔۔۔

اور بستی کے لوگوں کو موہ سناؤ

کہ اب سے وہ کالے عذابوں سے خائف نہ ہوں

جن کے سایوں نے سورج کو گھنا دیا تھا

کہ ہم ان کی قیمت ادا کر چکے

جاؤ اور غمزدوں کو ہدایت کرو
 تاکہ وہ دامنِ کوفہ میں جمع ہو کر
 قبیلے کے باغی کا انجام دیکھیں
 تماشا کریں۔ اس کے بن ہاس کا
 جس کی گمراہیوں کی سوسائری مخلوق کو مل رہی تھی
 تینوں بڑے۔۔۔ بچاے ہمارے نگہبان ہم جا رہے ہیں

(بوڑھے رخصت ہوتے ہیں)

اور تم بودلک

پیردانا۔۔

اپنے مقتول کی لاش اٹھاتے ہوئے

ان گھنے جنگلوں کی طرف چل پڑو

۔۔۔۔ اور اے دردزہ میں گرفتار

ٹارک کی بیٹی

اٹھ، اور اپنے شوہر کو

کوڑے لگاتی ہوتی

پاک ارواح کی سرزمین سے نکل

تاکہ آہا کی روحوں کی تسکین ملے

اٹھ گنہگار عورت

(تکلیف میں اپنے بچے کو مخاطب کرتے ہوئے)

ڈگولہ۔۔

نہیں۔۔۔ امن اے میری بیچارگی کی محبت کے پھل

۔۔۔ امن ۔۔۔

چوتھا منظر

(ژگولہ ورد سے دوہری ہو رہی ہے ایک طرف بودلک، قلش کی لاش کو کندھے پر ڈالے
 کھڑا ہے اور دوسری طرف سپردانا ہاتھ میں کوڑا لیے نظر آتا ہے۔۔۔۔)
 ژگولہ۔۔۔ (کراہتے ہوئے) نہیں اے خرد مند درویش

ایمانہ ہو گا

کہ اس پر مرا ہاتھ اٹھے جو مرا مرد ہے
 جس کا نان و نمک میں نے کھایا
 اگر میں نے ایسا کیا تو
 مرے اس و طیرے سے بستی کی سب عورتیں
 مجھ پہ پھٹکار بھیجیں گی
 اور مہر یہ اپنے عقائد کی رو سے جی زیبا نہیں
 اے مقدس پرہت

عقائد۔۔۔؟

سپردانا۔۔۔

قبیلے کی رسموں کو تو مجھ سے بہتر نہیں جانتی
 دیکھ کب سے ترا آدمی لاش اٹھاتے
 ترا منظر ہے۔۔۔۔

اسے تازیانے لگاتی ہوتی جنگلوں کی طرف
 ہانکتی جا

کہ یہ لاش مسکن ہے اس روح کا
 جو ہمارے لیے اور ہمارے بزرگوں سبھی کے لیے
 اجنبی ہے

تری تازیانہ زنی تیری بخشش کا موجب بنے گی
 وگرنہ تری کوکھ میں کلبلائی ہوتی جان
 مردہ رہے گی

نہ صدقے کے قابل

نہ جینے کے لائق

د اپنی کوکھ سے مخاطب ہو کر، تو کیا میں اسی روز بہد کے لیے

شکولہ۔۔۔

اے مرے نخل جاں کے ہفتہ ثمر

تیری نشوونما میں۔۔۔۔۔ اذیت اٹھاتی رہی ہوں

تو کیا

میں کبھی تیری پیدا تھی چمچ کی نغمگی کو نہیں سن سکوں گی؟

پنیر داتا۔۔

نہیں

جب تلک ان پہاڑوں کے تشنہ بدن

پانیوں کے لیے پیختے ہیں

نہیں

جب تلک اپنے دریاؤں کی خشک اجڑی ہوئی سنج

بے فیض اور بد نما آسمانوں سے شکوہ کناں ہے

نہیں

جب تلک ادموئے ڈھور ڈنگر ہلاکت کی وادی میں

ڈکرارہے ہیں

نہیں

جب تلک اپنی بجز مینوں کے سینوں میں

اک عمر کی تشنگی نے دراڑیں پڑی ہیں

نہیں اس سے تک نہیں

جب تلک اپنی بستی میں کالی بلا بال کھولے کھڑی ہے

تو پھر اے مری بد مقدر دلہن

بودلک۔۔

بھول جائیں ترا کون ہوں

تازیا نہ اٹھا

اور مرے جسم پر اپنی ضربوں سے لہریں بنا

کیونکہ مردوں کی روحوں کے ہمراہ
زندوں کے ارمان بھی منتظر ہیں
قلش کی ہلاکت سے اور تیرے شوہر کے
بن باس سے ہر نحوست چلی جائے گی
اور تو اس نئے بطل کی ماں بنے گی
کہ جوشان میں اور توانائیوں میں
جواں سال چھتے کی مانند ہو گا
جو اپنے قبیلے کا سب سے بڑا جانثار اور جانباز ہو گا
--- اٹھ اور تازیانہ اٹھا

پیردانا۔۔

تاکہ بستی پہ پھر امن برے
بزرگوں کی روحوں کی آسودگی لوٹ آتے
اور اس پاک وادی کی مٹی سے وہ کوئیلیں پھوٹ نکلیں
کہ جن کی جڑیں اپنے اجداد کی خاک میں جاگزیں ہیں
اٹھ اے دردِ ذہ میں گرفتار عورت

ژگولہ۔۔

بودلک۔۔

فقط اس توقع پہ

بن باس میں نے قبول

کہ یوں تیرا بچہ

عقائد کے سفاک پنوں سے بچ جائے گا

دشور کی آواز

دیکھ ادمر دیکھ

اک پیر فرتوت

مجمع کی جانب بڑھا ہے

ہماری زبوں قسمتی کے تماشائیوں کو

تری کشمکش مشتعل کر رہی ہے

سیہ آسمانوں پہ آپا کی رو صیں گر جنے لگی ہیں

ڈگولہ اٹھ اور مجھ کو کوڑے لگا

اٹھ کہ میں لاش کے بوجھ سے تھک گیا ہوں

ہواؤں کی آیات کے ترہماں

دوسرا بڑا۔۔

سن!

یہ لوگوں کا شور ان کی ناراضگی کی علامت ہے

وہ دمبدم مضطرب ہو رہے ہیں

وہ مجرم پہ کوڑے برسنے کی آواز کے منتظر ہیں

اسے اتنا مارو

کہ اس کی قوی ہڈیاں تک جھٹنے لگیں

اسے قبیلے کی بد بخت بیٹی

اٹھا تازیانہ

کہ یہ شور و غل دم بہ دم بڑھ رہا ہے

ہمارے قبیلے کی ---؟

رنگولہ کرم کر

بودلک ---

کہ میں بوجھ سے مر رہا ہوں

اگرچہ تری تازیانہ زنی کے لیے

اب بھی تیار ہوں میں

تو یونہی سی

رنگولہ ---

الوداع اے مری زخم خوردہ امیدو

بزرگوں کی روحو

مجھے حوصلہ دو

کہ میں اپنے ہی مرد کو تازیانے لگاتی ہوتی

ان نئی بستوں کی طرف لے چلوں

جن کی حکمت ---

کے اسرار سب حرف اول کے تابع ہیں

لیکن وہاں بھی تو

ظلم اور وحشت کے عفریت آزاد ہیں

ہاں تو یونہی سی

میں اسے تازیانے لگاؤں کی
جو اپنے مقتول کی لاش کندھے پہ ڈالے
مری ضرب کا منتظر ہے
اسی میں ہی مردوں کی آسودگی ہے
تو مہر الوداع۔ اسے مری ناتمام آرزو

دل افکار خواہو

مجھے حوصلہ دو کہ میں

اپنے ہی مرد پر ہاتھ اٹھاؤں

(بودلک کو مارنے کے لیے تازیانہ اٹھانے کی کوشش کرتی

شگولہ۔۔۔

ہے کہ کرب سے دوسری ہو جاتی ہے اور تازیانہ ہاتھ

سے چھوٹ جاتا ہے)

مری منتخب آرزو۔۔۔ حوصلہ حوصلہ

بودلک۔۔۔

اف نہیں۔ کوئی اندر کی طاقت مجھے روکتی ہے

شگولہ۔۔۔

مرے دل کا دھڑکا

مرے خون کو منجمد کر رہا ہے

نہیں۔۔۔۔۔ یہ نہ ہو گا کہ وہ

جو مرا آدمی ہے

مرا ہاتھ اس پر اٹھے

(کراہتی ہے)

امن۔۔۔۔۔ اف

کوئی جیسے مرے خول کو توڑتا پھوڑتا جا رہا ہے

(کراہتے ہوئے گرنے لگتی ہے)

اللہ وہ تڑپنے لگی ہے

دوسرا پڑا۔۔

سنبھالو۔۔۔۔۔ کہ وہ نزع میں ہے۔۔۔۔۔ مدد

بودلک۔۔

حوصلہ

پیردانا۔۔

یہ سانسوں کی وحشی صدا تیں

دوسرا پڑا۔۔

کہ جیسے کوئی جانور زیرِ خنجر کرا ہے

مدد۔۔۔۔۔ ظلم۔۔۔۔۔ وہ مر گئی

بودلک۔۔

(بچے کی پیدائشی چیخ ابھرتی ہے)

مر گئی۔ پر یہ بچہ تو زندہ ہے

پیردانا۔۔

دانا رفیقو۔۔۔۔۔ ذرا آگ نزدیک لاؤ

دوسرا پڑا۔۔

(دونوں بڑے قریب آجاتے ہیں)

مقدس پروہت

پہلا پڑا۔۔

مجھ اس طرف بڑھ رہا ہے

چڑھاوا

دوسرا پڑا۔۔

کہ بچہ تو زندہ ہے اے پیردانا

تیسرا پڑا۔۔

- دوسرا بڑا۔۔۔ چڑھاوا کہ لوگوں کی ناراضگی ختم ہو
- تیسرا بڑا۔۔۔ انتقام۔۔۔ اے مقدس پر وہبت
- بودلک۔۔۔ مگر یہ تو سوچو بزرگو
- تیسرا بڑا۔۔۔ کہ صدقہ اگر ایک جاں کازیاں ہے
- تو وہ ہو چکا ہے
- تیسرا بڑا۔۔۔ صد افسوس اے بودلک
- وہ۔۔۔۔۔ جسے تجھ کو کوڑے لگانے کا حق تھا
- وہی مر چکی
- دوسرا بڑا۔۔۔ اور یہ بچہ ابھی اس کے قابل نہیں ہے
- سیردانا۔۔۔ ستم ہے
- پہلا بڑا۔۔۔ تو پھر ایسی صورت میں بچے کو قربان کرنا بہت لازمی ہے
- بودلک۔۔۔ یہ بچی جو آشوب جاں میں بھی زندہ رہی
- دختر امن ہے اے مرے برگزیدو!
- سیردانا۔۔۔ جیا کر قبیلے کے بدنام بیٹے
- بودلک۔۔۔ تو کیا اس نئی زندگی سے یہ ثابت نہیں ہے
- کہ مردوں کی ارواح بچے کا صدقہ نہیں چاہتی ہیں
- بتاؤ؟

چڑھاوے پہ مردے مصر ہیں

کہ زندہ؟

تو پھر اے ہواؤ

پیردانا۔۔

کہ تم برگزیدہ بزرگوں کو روحوں کی سب خواہشیں

جاتی ہو

کہ تم پر دوامی صداقت عیاں ہے

ہدایت کرو

دنو مولود بچے کی آواز

تو پھر چٹخ اے دخترِ امن

بودلک۔۔

اے جانِ محصوم

اے صوتِ شیریں

کہ تُو بھی تو

اس حرفِ اول کی تصویر ہے

جس سے دنیا عبارت ہے

دبچے کے رونے کی آواز

اے آشتی کی زباں۔۔۔ چٹخ

اے حق و انصاف کی ترجمان

برکتوں کی علامت

کہ تیری بقا کے لیے

تیری ماں اور تراپ

دونوں فنا ہو گئے ہیں

فناں کر

کہ تیری صدا

ان سیہ آسمانوں کو بھی

چھیر جائے

فناں کر

----- کہ تو حرفِ اول کی تفسیر ہے

جو عظیم اور برتر ہے

اے پیردانا

دوسرا بڑا۔۔

قیلے کی توقیر خطرے میں ہے

اور لوگوں کا انبوہ وحشت سے پاگل بنا

ایک جنگل کی مانند

حرکت میں آنے لگا ہے

تو اے وادی۔ مرگ کے ساکنو

پیردانا۔۔

جن کی حکمت زمانوں کے زنگار سے بھی نہ دھنلا سکی

اب ہواؤں کی آواز میں

مجھ پہ ظاہر کرو

کس لیے دخترِ امن بھیجی گئی

اے ہواؤ بتاؤ

پکاراے صداقت کی آواز

بودلک --

امن و سکوں کے لیے چیخ --- فریاد کر

تاکہ یہ سب بھی اس حرفِ اول کے پیرو نہیں

جس کی تفسیر ٹو ہے

(بچی چھنتی ہے)

یہ کیا ---

پہلا پڑا ---

لوگ اچانک ہی چپ ہو گئے

جیسے ان کی زبانیں ہی شل ہو گئیں

ہر طرف اک سکوتِ لحد چھا گیا

اور قبیلے کے سب مرد و زن جیسے سکتے میں ہوں

آسمانوں پہ اب بادلوں کی گرج تک نہیں

اور پرندوں کو دیکھو کہ ---

ہاں ---

پیردانا ---

کیونکہ سورج کی چھنتی ہوتی روشنی

ان پہاڑوں کو پھر چومنے لگ گئی ہے

جو روحوں کے مسکن ہیں

اور دھوپ کی تابناکی سے

وادی چمکنے لگی ہے

یہ سب دخترِ امن کی

بودلک --

پاک و معصوم فریاد کا معجزہ ہے

یقیناً اسی دخترِ امن کا معجزہ

جس کے ماں باپ

اسے زندگی بخش کر مر گئے

یہ کرشمہ اسی حرفِ اول کا ہے

جس سے سارے زمانے عبارت ہیں

جس کی صدا

بد نما آسمانوں کو بھی چیر سکتی ہے جنکا کرشمہ فقط قہر ہے

اے مقدس پروہت

فغاں

پیردانا --

میں فقط قہر کا ترجمان

اور یہ بودلک ان عقائد کا دشمن

جو ہم نے بزرگوں سے حاصل کیے

----- توبہ ----- توبہ

یہ حد سے بری ساعتیں بھی ہمیں دیکھنی تھیں

کہ باغی بزرگوں کی موجودگی میں

مقدس عقائد کو جھٹلا رہا ہے

میں کہتا ہوں

پہلا بڑا۔۔۔

یہ شخص کوہہ گرفتہ ہے باغی ہے سرکش ہے

اے پیردانا غضب ہے

تیسرا بڑا۔۔۔

کہ اک ذی شرف

سفلہ و کمترین ہو گیا

شرم کر بے حیا شرم کر

دوسرا بڑا۔۔۔

لوگ ادھر بڑھ رہے ہیں

دوسرا بڑا۔۔۔

غضبناک اور مشتعل

ان کے نیزوں سے چنگاریاں پھوٹتی ہیں

بڑھے ہی چلے آرہے ہیں

پہلا بڑا۔۔۔

قبیلہ چڑھا دے کا خواہاں ہے۔ اے پیردانا

دوسرا بڑا۔۔۔

اجازت کہ یہ مشتعل لوگ

تیسرا بڑا۔۔۔

باغی کے ٹکڑے اڑائیں

اجازت۔ کہ مردوں کی منشا کو پورا کریں

دوسرا بڑا۔۔۔

اور قبیلے کے سب مردوزن

اس گنہگار پر بھیرہ یوں کی طرح پل پڑیں

سیردانا۔۔

اور ہوا تیں یہی کہہ رہی ہیں

کہ تو بودلک

اس غضبناک انبوہ کا سامنا کر

ہمارے قبیلے کے غدار فرزند

میں حکم دیتا ہوں

جا۔۔۔ اور اس شرم کے لو تھوڑے کو لے

جان پر کھیل جا

(بچہ روتا ہے)

رو۔ کہ ہم بد نصیبی کے نچھیر ہیں

بودلک۔۔

رو کہ ہم جرمِ انسانیت کے گنہگار ہیں

اے زمانوں کے ہادی

پہلا پڑا۔۔

گناہوں کی حد ہے

کہ یہ بے حیا اپنے آبا کے قانون کا منہ چڑاتے

تو کیا۔۔۔ اے بری ساعتو!

پہلا پڑا۔۔

وہ سبھی حکمتیں جو بزرگوں کی برکت سے ہم

سب پہ نازل ہوئیں۔۔۔ وہ اکارت گئیں

۔۔۔ کیا مقدس شجر کی وہ رو صیں کہ

جن پر زمانوں کی برکت اتاری گئی

اپنی توہین برداشت کرتی رہیں گی
نہیں۔

اے مقدس پہاڑوں کی پرچھائیو
یہ نہ ہو گا

کہ اپنے عقائد پہ باغی ہنسیں
اور بزرگوں کی وادی میں زندہ رہیں
اپنے آبا کی تقویم خطرے میں ہے
(بچہ روتا ہے)

دوسرا پڑا۔۔۔ مہرے تاریکیاں چھا گئیں

آسمانوں پہ بادل گر جنے لگے

تیسرا پڑا۔۔۔ مہرے مجمع میں جنش ہوتی

پہلا پڑا۔۔۔ انتقام۔ اے مقدس پرہت

قبیلے کے سب مردوزن مشتعل ہو رہے ہیں

بودلک۔۔۔ مگر اے بڑو

کیا وہ محصومیت کی فغاں

تم نہیں سن سکے

جس نے اونچے پہاڑوں کو دہلا دیا

دوسرا پڑا۔۔۔ کفر کی انتہا ہے

اے اندھیروں کی دادی میں سچ کی ازاں
 روکے پر تر صداقت کی آواز
 اس خطہ۔۔ بدل میں بے ثمر راستیاں جاتے گی
 آ کہ اب موت ہی زندگی کی پنہ گاہ ہے۔ (مجموع کا
 شور اور بچے کا بلکنا)

گاتے جا

دختر امن۔۔۔۔۔ تو گاتے جا

تیری ماں زندگی سوئپ کر تجھ کو
 خود مر گئی

اور ترا باپ ممنوع سچ کا نشانہ بنا

گاتے جا۔۔۔۔۔ دختر امن۔۔۔۔۔ تو

گاتے جا۔۔۔۔۔ گاتے جا۔۔۔۔۔ اے جہالت کی عظمت میں پہلی

کرن گاتے جا۔۔۔۔۔ گاتے جا۔۔۔۔۔ گاتے جا۔

(مجموع کا شور بچے کی آواز پہ غالب آ جاتا ہے)

رحیم گل

فراز

گئے گھنگریالے بال - وہیہ و شکیل فراز - شاعر ایسے تو نہیں ہوتے؟
اسے ہالی وڈ میں ہونا چاہیے تھا گر گیری پیک اور راک ہڈن کے مقابل الزبتھ ٹیلر کے
پہلو یہ پہلو۔!

یہ نہ ہوتا تو اسے اقوام متحدہ میں ہونا چاہیے تھا کہ سلامتی کونسل کے ہر ریزولیشن کو
"ویٹو" کرنے کا شغل جاری رکھتا۔

مگر وہ تو شاعر نکلا شاعر بھی یکتا بے مثال خوبصورت آدمی خوبصورت شاعر۔

یہ خدا بھی عجیب ہے دینے پر آتا ہے تو سب کچھ دے دیتا ہے۔

نور جہاں کو دیکھیے سرور جاں شکل و صورت رشک چمن 'چھب نرالی' چال مستانی اور
آواز ایسی کہ سنتے جاؤ سنتے چلے جاؤ۔

یہی غلط بخشی فراز کے ساتھ ہوئی مردانگی اس میں 'وجاہت اس میں'
شوخی اس میں ظرافت اس میں اور شعر گوئی اس پر سوا اور ضدی وہ ایسا کہ برق کوہاٹی
مرتے مر گیا فراز نے اس کا دیوان چھپنے نہ دیا۔

آغا برق اس کے والد کا نام ہے فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر

کہتا تھا فراز کو ان کی فارسی شاعری پسند تھی غالباً" یہی وجہ تھی کہ جیلوں بہانوں سے ان کا اردو دیوان شائع نہ ہونے دیا۔

تو پھر۔ شاعرانہ تعلق کی اس سے بہتر مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ رد اسناد کا سفر گھر کی دہلیز سے شروع ہو پھر کوئی دوسرا کیسے شکوہ کر سکتا ہے کہ فراز نے جی کو جی نہ کہا۔

وہ بے حد سر پھرا آدمی ہے اچھا ہے تو بہت اچھا ضد میں آگیا تو ساری بساط الٹ دیتا ہے فراز نے بھی میرے کوہاٹ کی مٹی سے جنم لیا ہے اس لئے ہمیں تو اسکی سرکشی بھی گراں نہیں گزرتی اس کی شاعرانہ ہٹ اپنی جگہ کہ یہ تو ہر شاعر کو ودیعت ہوتی ہے فراز کی تندی اور خودی کچھ قبائلی روایات کے بھی مرہون منت ہے وہاں کا آدمی کتنا بھی تعلیم یافتہ اور مہذب ہو جائے انا کی شکست کبھی قبول نہیں کرتا۔
ٹوٹ پھوٹ جائے گا مرجائیگا سر نہیں جھکائے گا!

وہ وقت کو سلام نہیں کرتا کج کلاہوں کی آنکھ سے آنکھ ملا کر بات کرتا ہے لوگ اسکے رویے کو گستاخی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ یہی رویہ اسے دوسروں سے منفرد بناتا ہے۔

ایک بار جناب احمد ندیم قاسمی نے میری موجودگی میں ایک ٹی وی پروڈیو سر سے کہا رحیم گل نے شاہکار ناول لکھے ہیں یہ خوبصورت ڈرامہ نگار بھی ہے لیکن اس کی پٹھانیت اسے ہمیشہ نقصان پہنچاتی ہے۔

یہ بے حد نپا تلا تجزیہ ہے یہ تجزیہ مجھ پر ہی نہیں احمد فراز پر بھی صادق آتا ہے بلکہ مجھ سے کچھ زیادہ!

وہ سمجھوتا نہیں کرتا مصلحتوں کا شکار نہیں ہوتا وہ بے حد سخت جان ہے بے حد مستقل مزاج ہے انتہائی حوصلہ مند ہے اس کے سینے میں شاعرانہ گداز دل ہے

لیکن اس کے رویے میں کوہاٹ کے سنگلاخ پہاڑوں کا عزم ہے
وہ دوستوں میں غیر سنجیدہ برتاؤ رکھتا ہے لیکن بات اصول کی ہو تو بے

حد سنجیدہ انسان بن جاتا ہے بے حد ٹھوس انتہائی اٹل!

احمد فراز کا پہلا تخلص شرر برقی تھا ایک بار کسی دوست نے کہا:۔

"آج رات بھر نیند نہیں آئی نکلا کھلا ہوا تھا اور ساری رات پانی "شرر شرر" بہتا رہا
فراز کی حس لطیف کو "شرر شرر" کی ساؤنڈ ایسی بری لگی کہ اگلے دن "شرر برقی" احمد
فراز بن گیا تھا!

وہ ہنستا ہے تو بے تحاشہ ہنستا ہے تب وہ احمد فراز نہیں ہوتا لیکن اسکا
دو سرا روپ بالکل ارسٹوکرٹ کا ہے اس کے کالر پر کوئی داغ نہیں ہوتا اسکے سوٹ
میں کوئی شکن نہیں ہوتی اور گرد کے ذرات اس کے بوٹوں پر بیٹھنے سے ہچکچاتے ہیں۔
لیکن اس کے باوجود اس کی آنکھوں میں بلا کی شرارت ہوتی ہے۔

اس کے جسم میں اس کی آنکھیں سارے فساد کی جڑ ہیں وہ ہنستا ہے تو
اس کی آنکھوں سے سات سر نکلتے ہیں جوان لڑکیاں ان مہکتے سروں کے ظلم میں اس
طرح جکڑ جاتی ہیں جیسے سانپ کی آنکھوں کی کشش سے مینڈک اچھل کر حلق میں جا
پڑتا ہے۔

احمد فراز پاکستان کا واحد شاعر ہے جو سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے سب
سے زیادہ چھپتا ہے اور سب سے زیادہ بکتا ہے وہ فیض سے بڑا شاعر نہیں ہے لیکن
ایک اطلاع کے مطابق فیض سے زیادہ رائٹٹی لیتا ہے۔

ہمارے ملک میں جہاں کتاب چھاپنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے
وہاں احمد فراز کی کتاب پر ناشر بڑی سے بڑی بولی لگا۔ نے کے لیے تیار ہے۔

اور پھر یہ کہ احمد فراز کو اپنی قیمت کا علم ہے اور وہ اسے وصولنا بھی
جانتا ہے اس کے باوجود اپنے آپ میں رہتا ہے اساتذہ کا احترام کرتا ہے اور ہم

عصروں کی نفی نہیں کرتا لیکن پھر بھی اس کی شخصیت بے حد متاثر ہے۔

جو لوگ اس سے محبت کرتے ہیں ٹوٹ کر کرتے ہیں اور جو مخالفت

کرتے ہیں تجاوز کر جاتے ہیں لیکن اسکی شخصیت اتنی پرکشش ہے کہ آنا سامنا ہو

جائے تو اسیر دشنام پابند سلام نظر آتے ہیں میں جو کٹر مذہبی آدمی نہیں ہوں لیکن خدا کا

منکر بھی نہیں ہوں لوگ مجھے دائیں کیمپ کا آدمی سمجھتے ہیں تو مجھے اس پر اعتراض

بھی نہیں ہوتا لیکن فراز جو قطعی بائیں کیمپ کا آدمی ہے مجھے کبھی اجنبی نہیں لگا کبھی

غیر نہیں لگا اس میں اپنائیت ہے یقین ہے اس میں شدید قربت کا احساس ملتا ہے وہ جو

چھٹی حس ہوتی ہے اور آدمی کی پہچان کراتی ہے۔

وہ وجدانی تعارف، وہ عرفان مخلوق کا ذائقہ اور وہ فطری ربط و رشتہ چپ

و راست کی سطح پر سوچنے والے دانشوروں سے زیادہ عالی ظرف ہے۔

لاہور میں اس سے جب بھی ملاقات ہوئی ہوٹل میں سڑک پر یا کسی ادبی

تقریب میں کشور ناہید اور یوسف کامران کی معیت میں

ایک اس کے دائیں ہوتا ہے اور دوسرا اس کے بائیں ایک کا رنگ

سانولا اور دوسرے کا رنگ گندی اور تیسرے کا گورا دو شاعر ایک تنقید و تبصرہ کا آدمی

یہ اتحاد ثلاثہ خوب ہے!

فراز جہاں بھی جاتا ہے رنگ اس کے قدموں میں بکھر جاتے ہیں ہر شہر

میں اس کے چاہنے والوں کے ہجوم رہتے ہیں۔

سنا ہے فراز کی زندگی بنانے اور اس کی فطرت میں سیمابی کیفیت بھرنے

میں اس کے پہلے عشق کا بڑا دخل ہے جو اس نے کم عمری میں کیا۔ جس کی کسک وہ

آج تک دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتا ہے

لیکن اب - ؟

بقول محسن احسان اب مستقل عاشق ہے۔ پچھلی ربع صدی میں اس کی

زندگی میں شائد ہی کوئی لمحہ ایسا آیا ہو جب وہ کسی کی زلف گرہ گیر کا اسیر نہ رہا ہو۔
ایک رومان اختتام کو نہیں پہنچتا کہ دوسرے کی ابتداء ہو جاتی ہے



احمد فراز کا خاکہ لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے دراصل بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے معاملے میں کتنی ہی احتیاط کیوں نہ برتی جائے، کہیں کچھ گڑبڑ ضرور ہو جاتی ہے، کہ اگر گڑبڑ نہ ہو تو ان کے شایان شان خاکہ لکھا ہی نہیں جا سکتا۔ فراز کی شخصیت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔ اس بھلے آدمی کی زندگی کی ورق گردانی کیجئے تو قدم قدم پر خطرے کا نشان نظر آئے گا، ہوش مندی سے اس نے کبھی کوئی کام کیا ہی نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اگر وہ دوسروں کی طرح زیادہ ہوش مند ہوتا تو اتنا بڑا شاعر نہ بن سکتا۔

فارغ بخاری